شکنتلا اور اندر سبھا پر ہندو اساطیر کے اثرات

مریم عرفان/تبسم کاشمیری

ABSTRACT:

Indersabha and Shakuntla are significant names in the drama genre of urdu literature. Mythical happenings and excess of supernatural element grants it lore. Indersabha belongs to the sabha which is full of elfs and demons. Hum-drum of music is also heard. While Shakuntla is a romantic story where the enchants of the world of gods and goddesses show their magics. Both of these stories reflection of fundamental ideology of Hindu religion where Hindu beliefs are fully exposed. Evidences of presence of lore in drama, is a unique experience of supernatural and romantic trends in which story is a reflection of its theme.

اردو نثر میں ڈرامے کا فن بصارت اور سماعت کا ہی محتاج نہیں ہے بلکہ یہ تخیل اور حسیات کی موجودگی کا نام ہے۔اس ضمن میں اردو کے دو بڑے ڈرامے فراموش نہیں کیے جا سکتے جنھوں نے پڑھنے والوں کو بصری سماعت عطا کی۔اس سے قبل ڈرامہ رہس ناٹک کی زیر زبر سیکھ کر پروان چڑھ رہا تھا،قدیم یونانی ڈرامہ اپنے کلاسیکی اظہار کی جو توجیہات پیش کر چکا تھا اس نے برصغیر کی فضا میں آنکھ کھولی۔تخیل اور رومان کے سنگم پر کھڑے یہ دو ڈرامے ''شکنتلا'' اور ''اندر سبھا'' اپنے عہد کی تمام رنگینیوں اور رعنائیوں سمیت ہماری توجہ اپنی جانب مبذول کرتے ہیں۔کالی داس اور امانت لکھنوی بظاہر تو ڈرامے کی جہت کو آگے بڑھاتے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن ان کے ہاں جس داستانوی انداز کو ڈرامائی تشکیل دینے کا فن ملتا ہے اس نے اردو ادب کی زمین کو زرخیز کیا ہے۔اردو داستانیں اساطیری ماحول کی عکاس ہیں جہاں ہر کردار اپنی ذات میں منفرد اور انوکھا دکھائی دیتا ہے۔ داستان کی دنیا کمالات کا گھر ہے جہاں دیوی دیوتاؤں کی سحر انگیزیاں اور جادوگروں کی جادوگریاں بڑے شاندار انداز میں پیش کی جاتی ہیں۔ پریوں کا انسانوں پر عاشق ہونا عام رویہ ہے یہاں سب کچھ کرداروں کی منشا پر منحصر کرتا ہے۔ بادشاہ جسے چاہے موت دے

دے اور جادوگر جسے چاہیں اپنی چھڑی کے زور سے اڑا کوہ قاف لے آئیں، انسانی عقل کو یہ سب کچھ تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ جادو بھری اس دنیا میں اعتقادات بھی ظاہر کو باطن اور باطن کو ظاہر ماننے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ داستانوں میں یہ سب کچھ اس لیے روا ہے کہ اس صنف سخن پر ہندو اساطیری عناصر کا شدید غلبہ رہا ہے۔ دیوی دیوتاؤں کی یہ دنیا آباد ہی ہندو ادب کے زور پر ہوئی ہے جس میں دیگر تہذیبوں کے اثرات بھی موجود ہیں۔

شکنتلا (SHAKUNTALA) مہابھارت کا ہی ایک قصہ ہے جسے کالی داس نے متعدد تبدیلیوں کے بعد ڈرامائی شکل دی۔ انسان کی خیالی دنیا جن دیوی دیوتاؤں کے وجود سے آباد ہے اس میں انسانی سوچ اور اس کی مذہب اور عقیدے سے عقیدت کا بڑا ہاتھ رہا ہے۔ جب کائنات میں خدا کے وجود کو تلاش کرنے کا عمل جاری تھا تو ایسے میں فلسفہ دان اپنی بصیرت کے زور پر اس ہستی کی تلاش میں سرگرداں تھے جو وجہ تسخیر بنی۔ ایسے میں دیوی دیوتاؤں کی وہ تخیلاتی دنیا آباد ہوئی جس نے نسلوں کے عقائد ہی بدل ڈالے۔ تخیل کی یہ دنیا ہمارے ادبی منظر نامے پر بھی چھائی ہوئی ہے جس کا اظہار ہماری داستانوں میں بھی ہوتا ہے۔ مہابھارت کی رو سے شکنتلا (SHAKUNTALA) کی ماں مینکا (MENAKA) بھی بہت خوبصورت اپسرا تھی جس کا شوہر ایک رشی وشوامتر تھا۔ ہندو مذہب چونکہ دیوی دیوتاؤں کے اوتاروں پر مبنی ہے اس لیے اس میں مافوق الفطرت عناصر کا وجود بکثرت ملتا ہے۔ یہی عناصر شکنتلا (SHAKUNTALA) میں بھی کارفرما ہیں جس کی اہم مثال اپسراؤں کا انسانوں سے عشق کرنا ہے۔ یہ روش ہمیں اندر سبھا میں بھی نظر آتی ہے اور کم و بیش ہماری داستانوں کا طرز انداز اور مزاج بھی یہی ہے۔ شکنتلا (SHAKUNTALA) جمالیاتی انداز سے زیادہ جذباتی طرز تحریر ہے جس میں ایک خوبرو اپسرا کی ذاتی زندگی اور تلخ تجربوں کو اساطیری انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ ہندو مذہبی قصوں میں بھی جنسی حوالے کارفرما رہے ہیں چاہے یہ تعلق دیوی دیوتاؤں یا انسانوں اور پری زادوں کے مابین ہو، دونوں میں محبت اور جنس پیش پیش ہیں۔ کالی داس کا یہ اہم کردار بھی ہندو مذہبی حوالوں سے جانا جاتا ہے جس کی اپسرا ماں کا ایک رشی سے سنجوگ ہونا انسانوں اور اپسراؤں کے درمیان قائم ہونے والے تعلق کو بنیاد فراہم کرتا ہے:

> ''۔۔۔رشی (وشوامتر) نے اس (مینکا) کو عریاں دیکھا۔ اس (رشی) نے دیکھا کہ اس (مینکا) کا بدن بے داغ ہے۔۔۔ اس کا بے پناہ حسن اور جاذبیتیں دیکھ کر بہترین رشی (وشوامتر) کے بدن میں (جنسی) خواہش بھڑک اٹھی اور اس کی قربت کا آرزومند ہو گیا۔۔۔ انہوں نے ایک دوسرے کی رفاقت میں کئی دن گزار دیئے باہم کھیلتے ہوئے انہیں کئی برس بیت گئے (مگر) انہیں تو یوں لگتا تھا جیسے ایک ہی دن گزرا ہو۔ رشی (وشوامتر) سے اس (مینکا) کو شکنتلا کا حمل ٹھہر گیا۔''(۱)

شکنتلا (SHAKUNTALA) موضوع کے اعتبار سے خالص رومانوی قصہ ہے جس کی جذباتی اور نفسیاتی حیثیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ داستانیں اپنے طلسماتی اور کرشماتی واقعات سے جانی جاتی ہیں یہ دنیا حقیقت کے مترادف ہوتی ہے اس لیے اس میں تخیل اپنی مکمل آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے۔ یہاں راجا اندر، کام

دیو، مینکا اور شکنتلا کا کردارافسانوی ادب سے زیادہ ہندو مذہبی روایات کا امین ہے۔ شکنتلا (SHAKUNTALA) میں بھی راجہ اندر تخت نشین ہے فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں اس کا تخت اتنا شاندار نہیں ہے۔ کالی داس نے ہندو مذہب اور تہذیب دونوں کے تال میل سے اس ڈرامے کو پروان چڑھایا ہے۔ مینکا پری کا جوگن بن کر زمین پر اترنا اور پھر غائب ہو جانا سٹیج ڈرامے کی ظاہری خصوصیت کو بھی جمالیاتی بنا دیتا ہے۔ ماورائی دنیا میں بھی انسانی جذبات اور فطرت کو نفسیاتی و ذہنی کشمکش کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جیسا کہ راجہ دشنیت کا شکنتلا پر عاشق ہو کر اس سے شادی کرنا اور پھر بھول جانا اسکی اہم مثال ہے۔ اندر سبھا اپنی کہانی اور جزئیات کے باعث شکنتلا (SHAKUNTALA) سے مختلف ہے اسی لیے اس میں جمالیاتی احساس کہیں بڑھ کر ہے۔ **اندر سبھا** مکمل دیو مالا ہے جسے پڑھ کر **قصہ گل بکاؤلی**، **فسانہ عجائب** اور مثنویوں میں سحر البیان اور گلزار نسیم کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ شکنتلا (SHAKUNTALA) کی جمالیاتی حیثیت اس کے کرداروں کی پختگی سے عبارت ہے جن کے لیے علامتوں اور استعاروں کا انبار لگا دیا گیا ہے۔ شکنتلا کا جوبن فطری حسن اور جسمانی تقاضوں کا مرقع ہے جس میں شاعرانہ انداز بیان کی جھلک محسوس کی جا سکتی ہے:

> ''راجہ: (خود سے) ٹھیک کہہ رہی ہے۔ اس کے سینے پر بندھی ہوئی چھال اس کے جوبن کو اس طرح چھپا رہی ہے جیسے کوئی کسی حسین غنچے کو پیلے پیلے پتوں میں چھپا کر اس کے حسن کو کم کرنے کی کوشش کرے۔ نہیں یہ بات نہیں، بلکہ یہ بل کل کی چولی گو اس کے قابل، پھر بھی اس کے حسن کو دوبالا کر رہی ہے۔ بھلا کہیں کھلی ہوئی کملنی کا پانی سے باہر نکلا ہوا ڈنٹھل بھی برا لگتا ہے! اور کائی کے گھر جانے پر کہیں کنول کا حسن کم ہو جاتا ہے! کیا چاند کا داغ چاند کی خوبصورتی کو دوچند نہیں کر دیتا! اسی طرح یہ حسینہ بل کل کے کپڑوں میں اور بھی حسین معلوم ہوتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ حسن والے کچھ بھی پہن لیں ان پر پھبنے لگتا ہے۔'' (۲)

شکنتلا جو کہ اپسرا کی بیٹی تھی اس لیے اس کا حسن ملکوتی حیثیت اختیار کر گیا جسے بیان کرتے ہوئے کائنات کی خوبصورتی کو یکجا کیا گیا ہے۔ عورت کے حسن کو شاعرانہ زبان میں بھی جن خوبیوں سے سجایا گیا ہے اس میں عاشق و محبوب کی کیفیات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ شعری زبان میں لب یاقوت اور پنکھڑی ہوتے ہیں اور آنکھوں کی نیم خوابی شراب جیسی ہوتی ہے جبکہ نثر میں ایسے ہی خیالات جب لفظوں میں سمٹتے ہیں تو زبان کی ساری قوتیں اور تخیل کھرچ کھرچ کر سامنے آ جاتا ہے۔ عورت کی یہ خوبصورتی تو ویسے بھی دیویوں کے حسن کا ہی شاخسانہ ہے جسے یہاں بھی استعمال کیا گیا۔ شکنتلا کے حسن کو فطرت کی رعنائیوں سے تعبیر کرتے ہوئے پھولوں، کونپلوں اور شہد جیسی علامتوں سے تعبیر کرنا ہی دراصل تخیل کا صحیح رچاؤ ہے۔ اگرچہ وہ ایک آشرم میں رہتی ہے لیکن اس کی چال ڈھال اور پہننا اوڑھنا بھی اپسراؤں جیسا ہے۔ دوسری طرف اندر سبھا ہے جہاں راجہ اندر کا تخت جادوئی کمالات دکھانے والوں کا اکھاڑہ بنا ہوا ہے۔ ہر طرف راگ رنگ اور رقص و سرود کی محفلیں گرم ہیں اور راجہ اندر کا دل لبھانے والے پریاں اپنے حسن ذوق کا اظہار کرتی ہیں۔ یہاں بھی پریوں کے دل آدم زادوں پر فریفتہ ہیں جس کی تصویر سبز پری

ہے جو شہزادہ گلفام کے عشق میں پاگل ہے۔ ان دونوں کہانیوں میں طلسمات کی وادی ہی پلاٹ کا بہترین حصہ ہے جس میں کہیں تو محبت کا کھیل کیلا جا رہا ہے اور کہیں جدائی کی راتیں ہیں۔ رشی اور راجے مہاراجے بھی حسن کی کارگریوں سے مبرا نہیں ہیں۔ شکنتلا (SHAKUNTALA) میں ایسے ہی کچھ لطیف جذبات و احساسات کا بیان یوں ملتا ہے:

(۱۔)'' راجہ: ۔۔۔۔اے سڈول رانوں والی حسینہ! تمہیں جو سہائے وہ کروں۔ کہو تو ٹھنڈے کنول پتوں کی ہوا پہنچاؤں، کہو تو تمہارے کنول جیسے لال پیروں کو گود میں لے کر ہولے ہولے دباؤں!۔۔۔

سندری ابھی تو دوپہر کی گرمی میں بہت تیزی ہے اور تمہارے جسم کی یہ حالت۔ ایسے میں تم پھولوں کو سیج کو چھوڑ کر اور کنول پتوں سے سینے کو ڈھانپ کر اپنے نڈھال انگوں سے لڑکھڑاتی ہوئی کیسے جاؤ گی! (شکنتلا کو زبردستی تھام لیتا ہے)'' (۳)

(۲۔) راجہ: (خود سے) اس حسین غلامی کے بندھن کبھی نہ توڑ سکوں گا۔ (شکنتلا کی ٹھوڑی پکڑ کر اس کا منہ اوپر اٹھاتا ہے۔ پہلے وہ جھجھکتی ہے پھر ٹھوڑی ڈھیلی چھوڑ دیتی ہے۔ راجہ (خود سے) اس کے لرزتے ہوئے اچھوتے ہونٹ میری روح کو ایک لطیف دعوت دے رہے ہیں۔

۔۔۔(اپنے آپ کو چھڑاتے ہوئے) اس وقت چھوڑ دیجیے!

راجہ: ابھی نہیں۔

شکنتلا: پھر کب؟

راجہ: جب کھلتی ہوئی کلی کا رس پینے والے بھونرے کی طرح میں تمہارے اچھوتے ہونٹوں کا رس پی کر اپنی پیاس بجھالوں گا تب۔ (شکنتلا کے منہ کے قریب منہ لے جاتا ہے)'' (۴)

جنس اور محبت کا پہلو ان دیوی دیوتاؤں کے ہاں بھی شدت سے موجود ہے۔ ہندو مذہب میں تو یہ دیوی دیوتا مختلف کاموں کے اعتبار سے اپنی مخصوص پہچان رکھتے ہیں کوئی پیدائش کا دیوتا ہے اور کوئی محبت کا، ان دیوتاؤں کی جنسی ہوس بھی اختلاط پر منحصر ہے۔ ہندو اساطیر میں جنگل اور بیابان لفظی استعارے نہیں ہیں بلکہ ماورائی دنیا کی علامتیں ہیں جہاں رشیوں کی آماجگاہیں بھی آباد ہیں اور بادشاہوں کی شکارگاہوں کا بھی ٹھکانہ یہیں ہے۔ جنگل میں جانوروں کا شکار اساطیری حوالوں سے داستانوں کا بھی لازمی حصہ ہے جہاں کسی کا گھائل ہونا اور کوئی معجزہ رونما ہونا کہانی کو آگے بڑھاتا ہے۔ ہندو اساطیری عناصر میں اپسراؤں کو انتہائی حسین اور جنسی کشش سے معمور نسائی مخلوق خیال کیا جاتا ہے۔ شروع میں یہ پریوں جیسی مخلوق فضائی اور آبی ارواح تھیں۔ ہندو عقائد کی رو سے یہ اپسرائیں سورگ یعنی جنت میں رہتی ہیں جہاں یہ ناچتی گاتی ہیں۔ منوسمرتی کے مطابق وہ دیوتاؤں کا دل خوش کرنے کے لیے ناچتی گاتی ہیں۔ مہابھارت میں ان اپسراؤں کا ٹھکانہ مندرا نامی پہاڑ بتایا گیا ہے۔ ان پریوں میں اُروشی، مینکا، رمبھا اور تلوتما سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ رامائن میں ان اپسراؤں کی پیدائش کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ دودھ کے سمندر سے

پیدا ہوئیں۔ سمندر کو بلونے کے دوران جنم لینے والی یہ اپسرائیں دودھ کی طرح سفید اور مکھن کی طرح نرم ہیں، جن کے ہونٹوں پر پیار کے گیت جھاگ اڑاتے رہتے ہیں۔ ان اپسراؤں کی دلکشی کا نقشہ ابن حنیف نے یوں کھینچا ہے کہ آنکھوں کے سامنے ان کے خیالی پیکر پھرنے لگتے ہیں:

> ''اپسرائیں بہت حسین ہوتی ہیں ۔۔۔۔ اپسراؤں کی آنکھیں کنول کی سی آب وتاب اور دل موہ لینے والی، گول خوبصورت کولہے، کمر پتلی، بھری بھری چھاتیاں، ملائم ریشمی سے بال، بے داغ بدن، ناز وانداز پرکشش ۔۔۔ بدھ مذہب والوں کی روایات کے مطابق وہ پھولوں کے ہار اور بہت سے زیور پہنتی ہیں۔'' (۵)

یہ اپسرائیں محض خوبصورت ہی نہیں شہوت انگیز بھی ہیں۔ عیش وعشرت اور جنسی اختلاط ان کی طبیعت کا حصہ ہے۔ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں بھی ان کی خوبصورتی اور جنسی عشق کے بے شمار قصے ملتے ہیں۔ جہاں اپسراؤں کی دو اقسام بتائی گئی ہیں، ایک آسمانی اپسرائیں جنہیں دَیوِک (DAIVIKA) کہا جاتا ہے اور دوسری دنیاوی اپسرائیں یعنی لوکِک (LOKIKA) کہلاتی ہیں۔ معروف افسانوی کردار شکنتلا کی ماں کو ایک اپسرا مینکا (MENAKA) کی بیٹی خیال کیا جاتا ہے۔ رگ وید میں مختلف اپسراؤں کے معاشقوں کی بھی کہانیاں ملتی ہیں۔ جن میں اُروشی اور پُروروس کا معاشقہ بھی ان میں سے ایک ہے۔ اُروشی کی دوسری کہانیوں کے علاوہ مہابھارت کے ہیرو ارجن سے اُروشی کی جنسی طلب کی ایک اور کہانی بھی لکھی گئی ہے۔ ان اپسراؤں کے احوال پر مبنی کہانیاں اساطیری عناصر قصے میں رومانوی تقاضوں کو پورا کرتی ہیں اور پڑھنے والوں کو بتاتی ہیں کہ دیوی دیوتاؤں کی یہ دنیا کتنی رنگین تھی۔ شکنتلا (SHAKUNTALA) کے دیگر کرداروں میں ایک کردار کام دیو کا بھی ہے جسے ہندو دیومالا میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ کام دیو ہی وہ دیوتا ہے جو جوان دلوں میں پیار کی جوت جلاتا ہے۔ دوسرے معنوں میں کام دیو کو عشق کے تیر چلانے کا فن بخوبی آتا ہے۔ ہندو دیو مالا میں اس کا سب سے بڑھ کر معرکہ مردوں اور عورتوں کو جنسی اختلاط پر اکسانا ہے۔ کام دیو جنگلوں اور مرغزاروں میں تیر کمان لیے پھرتا ہے۔ جسے بس ایک موقع کی تلاش رہتی ہے کہ کیسے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔ کام دیو کا تیر جس کسی کے بھی دل میں کھبتا ہے وہ جنسی جذبے سے سرشار ہوجاتا ہے، چاہے وہ کنوارا ہو یا شادی شدہ۔ اسی نے شو اور پاربتی کے دل میں عشق کے تیر چلا کر محبت کی راہ ہموار کی۔ اسی کے دم سے دیوی دیوتاؤں کے سارے دلی اور جذباتی رشتے قائم تھے۔ کام دیو محبت کے تیر برسانے والا دیوتا ہے جس نے راجہ دشینت کے دل میں شکنتلا کے لیے جگہ ہموار کی۔

شکنتلا (SHAKUNTALA) کے برعکس اندر سبھا (INDRASABAH) میں اساطیری عناصر کی بھرمار ہے۔ جس کی وجہ خود راجہ اندر کا دربار اور پریوں کا ناچ گانا ہے۔ مہابھارت کے اس افسانوی کردار نے کہانی کو داستان کا ایک حصہ بنا دیا ہے۔ پریوں کا جمال اور راجہ اندر کے سونے کے تخت کی شان وشوکت کا احوال اس قصے کی خوبی ہے۔ اگرچہ ہندو دیو مالا میں اندر دیوتا کا تصور کچھ مختلف ہے لیکن اس ڈرامے میں اس کے کردار کی خوبیوں کے بجائے اس سے جڑے قصے کو بیان کرنے پر توجہ دی گئی ہے۔ اندر سبھا (INDRASABAH)

میں سبز پری کا ایک آدم زاد سے عشق اس کے جمالیاتی ذوق اور کردار کو بیان کرتا ہے۔ راجہ کی سبھا میں پریوں کی آمد کا جمال ان کے پری ہونے کی خوبصورت اور وصف کا اظہار ہے۔ پکھراج پری بھی ایسی ہی خوبی کی مالک ہے جس کے منہ سے نکلنے والے بسنت غزل کے بول بسنت کی بہار کو بیان کرتے ہیں۔ ہندو دیو مالا کی ایک اور منفرد بات عورت کی بے باکی ہے خاص طور پر اپنے جذبات و احساسات کو زبان پر لانے میں جو جھجک اور شرم کسی بھی عورت کے دامن گیر ہوسکتی ہے وہ اپسراؤں میں مفقود ہے۔ اس قصے میں سبز پری کا شہزادہ گلفام پر عاشق ہونا ہے اور خود اظہارِ محبت کرنا حیا کے تمام بند توڑنے کے برابر ہے۔ خاص طور پر جب وہ کالے دیو کو کہتی ہے کہ اس کی خاطر ایک آدم زاد کو پکڑ کر لے آؤ تو اس لمحے پری کے الفاظ میں موجود جنسی ہوس اور محبت تمام بند توڑتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ مثلاً:

''شہزادہ اک بام پر سوتا تھا نادان
جوبن اس کا دیکھ کر نکلی میری جان
اتری اپنے تخت سے تیر کلیجے پر کھائے
سوتا تھا وہ بے خبر ہاتھ پاؤں پھیلائے
صورت اس کی دیکھ کر دل سے گیا قرار
منھ پر منھ میں نے رکھا کیا خوب سا پیار'' (٦)

اندرسبھا (INDRASABAH) صرف پریوں کے قصوں اور حسن و جمال کا ہی احوال نامہ نہیں بلکہ اس میں راجہ اندر کو بھی جس مقام پر دکھایا گیا ہے اس کی رومانوی حیثیت مقدم ہے۔ راجہ اندر کی سبھا اپنی ذات میں ہی ایسی انجمن ہے جس میں پریوں کی آمد اور رقص و سرود کی محفلیں سجتی ہیں۔ امانت لکھنوی نے راجا اندر کو بھی حسن و جمال کا پیکر دکھایا ہے۔ پری جمالوں کا افسر راجہ اندر تمام پریوں کا مالک ہے جس کے ہاں دیوؤں کے لشکر بھی آتے ہیں اور پریاں دلبری کے تمام ریکارڈ توڑنے کے تیار رہتی ہیں۔ ستاروں کی یہ کہکشاں حسن اور نور سے مل کر بنی ہے جس کا سالار راجہ اندر ہے۔ یہاں ہمیں **فسانہ عجائب** کو یاد رکھنا چاہیے جس کا شہزادہ شاہ عالم ساری داستان پر حاوی نظر آتا ہے۔ گویا وہ ایسا ہیرو ہے جس کا حسن و جمال قصے کی ساری خوبصورتی کو اپنے حصار میں لیے ہوا ہے۔ داستانوں میں مرد کا کردار بھی خاصا رومانی اور تخیلاتی رہا ہے۔ یونانی فضا میں عورت خوبصورتی کا مظہر ہے اور اپنی آنکھ میں اسی حسن کو قید بھی رکھنے پر مصر ہے جس میں ہمیں کہیں ناتوانی نظر نہیں آتی۔ ہمارے ہاں مرد کا خوبصورت ہونا اور اس پر پریوں کا عاشق ہونا داستانوی طرزِ تحریر کا خاصہ ہے یہاں مرد کا دل پر چاتے رہنا زیادہ ضروری ہے۔ خوبصورت عورت بھی داسی کے روپ میں ملتی ہے جبکہ یونان میں یہی عورت دیوی بنی ہوئی ملتی ہے۔ راجہ اندر کی سبھا میں بھی ہمیں راجہ کسی دیوتا کی طرح نظر آتا ہے جس کی شان و شوکت کے اس کے تخت سے جڑی ہے۔ جہاں وہ یوں وارد ہوتا ہے جیسے دنیا کا کارخانہ اس کی محفل سے آباد ہو اور ماورائی مخلوق کا کام ہی اس کا دل لبھانا ہو۔ امانت نے اپنی نسوانی کرداروں میں جو پریاں متعارف کروائی ہیں ان میں پکھراج پری، نیلم پری، لال پری اور سبز پری قابل ذکر

ہیں جن کے لیے سرسوں، زرد، شگوفے، گلزار اور نرگس جیسی علامتیں کچھ یوں استعمال کی گئی ہیں:

''مورے جوبن میں لعل جرے
بہت کھرے او مہاراج رے
کوؤ مونگا کوؤ چنی کہت ہے
پرکھن والوں پہ گاج پرے
بہت کھرے او مہاراج رے
چھاتیاں موری کجب کھس رنگ
جیسے انگیا میں کولے دھرے
بہت کھرے او مہاراج رے'' (۷)

اندر سبھا (INDRASABAH) میں دیو مالائی کردار ہندو ادب کا وہ سرمایہ ہیں جن میں ہمیں تمام اساطیری عناصر ملتے ہیں۔ جس طرح رامائن میں ایسی اپسراؤں کا تذکرہ ملتا ہے جنھیں سمندر کو بلو کر حسین بنایا گیا ہو۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں ان اپسراؤں میں اُروشی اور مینکا تھیں اور یہاں پکھراج، لال، نیلم اور سبز پری جلوہ گر ہوتی ہیں۔ پریوں کا یہ غول اساطیر کا وہ گورکھ دھندا ہے جس میں ہمیں داستان کے تمام عناصر سانس لیتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ اندر سبھا (INDRASABAH) میں نسوانی محبوب لکھنوی تہذیب کا عریاں کردار ہے جس میں بازاری پن اور بے شرمی موجود ہے۔ وصل یار کی یہ بے تابی ہمیں شکنتلا (SHAKUNTALA) میں نظر نہیں آتی کیونکہ وہاں کہانی کی رومانوی اور جذباتی سطح اس سے بلند ہے۔ یہاں پریوں کی زیب و زینت کی تصویر کشی میں لباس کا تذکرہ بھی عریاں ہے اور جنسی تلذذ بھی حد سے آگے نظر آتا ہے۔ پریاں اپنے راجہ کو خوش کرنے کے لیے مستعد ہیں اور سبز پری اپنے منظورِ نظر شہزادے کا قرب پانے کے متمنی ہے۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری اندر سبھا میں بسنے والی عورت کو سماجی حیثیت دیتے ہوئے کہتے ہیں:

''اندر سبھا کے اوراق پر جو عورت موجود ہے۔ وہ واسوخت کے کلچر کی عورت ہے۔ یہی وہ عورت تھی جو انیسویں صدی کے نصف اول میں لکھنو کی تہذیب میں ایک استعارہ بن گئی تھی۔۔۔ یہ عورت خیالی نہیں تھی ایک سماجی حقیقت کے طور پر سماج میں موجود تھی اور اس سماج کی نفسانی شادکامیوں کا سامان بنی ہوئی تھی۔'' (۸)

اسی طرح راجہ اندر کا کردار ہندو عقیدے کا پرتو ہے جس کے مطابق اندر (INDRA) کو جنگ کا دیوتا مانا جاتا تھا۔ رگ وید کی نظموں (HYMNS) میں اندر (INDRA) دیوتا کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس کے ساتھ بہت سی مافوق الفطرت واقعات اور قصے کہانیاں بھی منسوب ہیں۔ مثلاً اس کے بارے میں یہ بات بھی مشہور ہے کہ وہ شراب کا رسیا تھا اور شراب سے لبالب تیس تیس جھیلیں بیک وقت پی جاتا تھا۔ اندر (INDRA) دیوتا کا کردار خاصا رومانی بھی ہے جس نے بعد میں آنے والوں کے لیے کہانی کا مواد فراہم کیا۔ گویا اندر سبھا (INDRASABAH)

صرف اندر کی ہی سبھا نہیں بلکہ ہندوستانی معاشرے کا وہ سٹیج ہے جس پر داستان اپنے تمام لوازمات کے ساتھ جلوہ نما ہوتی ہے ۔ یہ اساطیری رنگ اپنے اندرئی جمالیاتی،حسیاتی اورجذباتی رنگ سموئے ہوئے ہے جبکہ شکنتلا (SHAKUNTALA) کا اسلوب اور لہجہ اندر سبھا(INDRASABAH) کی نسبت زیادہ پراثر ہے کیونکہ اس قصے کی دنیا ماورائیت اور حقیقت سے مل کر بنی ہے۔اس میں داستانوی عناصر اور کہانی کی صرف جھلکیاں موجود ہیں جو قصے کو رومانوی انداز بخشتی ہیں۔

کہانی کا فن سومیری، یونانی اور مصری تہذیبوں کا مرہون منت ہے جن کی تحریروں نے اپنی تہذیب و معاشرت کے اسلوب کو اساطیری حوالوں سے متعارف کروایا۔ یہ منظوم کہانیاں دیوی دیوتاؤں کے جن خیالی پیکروں پر مشتمل تھیں ان میں کائنات کے مظاہر کو جادوئی انداز سے پیش کیا گیا۔ یہ رویہ ہمیں ہندو ادب میں بھی نظر آتا ہے جہاں مذہب ہی سب سے بڑا عقیدہ بن کر سامنے آیا اس لیے ادب لکھنے والوں نے اپنے پڑھنے والوں کو مذہب سے روشناس کروانے کے لیے دیوتاؤں کی کہانیاں گھڑیں۔ان کہانیوں نے برصغیر کی تہذیب و معاشرت کو اپنے اندر سمو کر رومانیت کی بنیاد رکھی جس کی مثالیں ہمیں آگے چل کر اپنی داستانوں میں بھی نظر آئیں گی۔ کہانی درحقیقت مذہبی حوالوں سے پیدا ہوئی اور بعد ازاں اس میں رونما ہونے والی تبدیلیوں نے اسے ایسی دنیا سے متعارف کروایا جہاں ہمیں رومان اور تخیل موجود ہے۔ ہندو دیو مالا کا یہ تاثر سب سے زیادہ قوی ہے کہ اس نے اردو ادب کے سرمایے کو سب سے زیادہ رونق بخشی ہے جس میں طلسماتی دنیا اور ماورائی کردار جیتے جاگتے لوگوں کے ساتھ چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔

حوالہ جات:

(۱) ابن حنیف، بھولی بسری کہانیاں، (یونان)، ملتان: بیکن بکس، ۱۹۹۶ء، ص ۵۴۰

(۲) قدسیہ زیدی، مترجم، شکنتلا، از کالی داس، لاہور: نیا ادارہ، س۔ن، ص ۲۰

(۳) ایضاً، ص ۵۵

(۴) ایضاً، ص ۵۹

(۵) ابن حنیف، بھولی بسری کہانیاں، ص ۳۵۳

(۶) امانت لکھنوی، اندر سبھا، مرتبہ، ممتاز منگلوری، لاہور: مکتبہ خیابان ادب، ۱۹۶۶ء، ص ۱۱۶

(۷) ایضاً، ص ۱۰۹

(۸) تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر تاریخ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۶۴۱